اسلام میں اعتدال اور میانہ روی

Moderation and Balance in Islam

ڈاکٹر محمد حسین*
ضیاء الرحمٰن**

Abstract

Islam presents balance and moderate life. Allah almighty defines Muslims as a Moderate ummah. Islam teacher us moderation and balanced view of life. It focuses on avoiding extremism in every mode of life. Even from worship to practical life related to words and actions. Islam recommends the midway in every aspect of life. The Holy Prophet PBUH says, there is enthusiasm and fervor and there is downfall and decline for every enthusiasm. Now if a man keeps himself on right Track and adopts balanced way of life and stands on mid-way, then keep hope for him the best. In against if someone adopts the way of extremism, the people will talk against him, and then we should not consider it. Allah Almighty says that during prayers it should neither be in loud voice nor in low, but it should be in a moderate voice. The Holy Quran repeatedly emphasizes on adopting balanced way in every walk of life.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
** ایم فل اسکالر، زرعی یونیورسٹی پشاور

اسلام دیگر مذاہب کے مقابلے میں منفرد حیثیت کا حامل مذہب ہے، جو اعتدال پسندی اور عدل وانصاف کا دین ہے اور یہ امتیازات اسلام کے ماسوائے دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پسندیدہ دین قرار فرمایا،"ان الدین عنداللہ الاسلام"[1] اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح دین مذھب اسلام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کو جن بے شمار خصوصیات سے نوازا گیا ہے، اُن میں ایک وصف اعتدال اور میانہ روی بھی ہے جس کی اہمیت مسلم ہے۔

عصر حاضر کے دل سوز اور پر آشوب حالات کی بدولت معاشرہ بری طرح سے بے انصافی، بدامنی، بے صبری، ظلم وزیادتی، غربت وافلاس، مصائب اور کنازاعات کا شکار ہے، معاشرے کو اس اضطرابی کیفیت سے نکالنے کے لیے اسلام کے جملہ اوصاف کو معاشرے میں رواج دینے کی ضرورت ہے، جس میں اعتدال و میانہ روی سرِ فہرست ہے۔ یہ ایسی صفت ہے کہ اس کے اپنانے سے نہ صرف دنیوی زندگی پر امن، اور ماحول خوشگوار بنتا ہے بلکہ اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے بھی کارگر ہے۔ اعتدال اور میانہ روی گراں قدر وصف ہے، جس کی وضاحت قرآن وسنت کی متعدد نصوص میں کی گئی ہے۔

اعتدال سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کا حق اس طرح دیا گیا ہو کہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو۔ اسلام ہی وہ عالمگیر مذہب ہے کہ جس میں متضاد چیزوں میں افراط و تفریط کے بغیر تمام شعبہ ہائے زندگی عقائد، معیشت، سیاست، روحانیت، مادیت، انفرادی واجتماعی اور اس جیسے دیگر امور میں توازن برقرار رکھا۔ یہ صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے جس میں دو متضاد چیزوں میں اس طرح توازن قائم کیا ہے، افراطُ و تفریط سے اجتناب کیا ہے، بلکہ ہر شعبہ کو اس کا حق دیا ہے اور کسی جانب زیادتی نہیں کی ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ مقابل یا متضاد اطراف کی مثال روحانیت اور مادیت، فرد اور اجتماعیت، حقیقت اور فرضیت، استقلال اور تغیر اور اس جیسی دیگر مثالیں ہیں، چنانچہ اسلامی شریعت میں ان امور کے متعلق توازن ہے[2]

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے اس وصف کو یوں بیان کیا ہے:"والسماء رفعها وو ضع الميزان الا تطغوفی المیزان وا قیموالوزن بالقسط ولا تخسروالميزان"[3]

"اور اُس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی، کہ ترازو تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو"

اس وصف کے اپنانے والوں کو امت وسط کا شرف عطا کرتے ہوئے فرمایا:"وجعلنا کم امة وسطاً"[4]

"اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے"

امام شاطبی موافقات میں لکھتے ہیں:

"شرعی احکام اپنے اقتضاء کے اعتبار سے معتدل اور متوازن ہیں، ہر پہلو سے انصاف برتا گیا ہے، کسی ایک جانب جھکاؤ نہیں ہے، یہ احکام بغیر کسی مشقت کے انسان کے اختیار اور طاقت میں ہیں، شریعت نہایت توازن کے ساتھ انسان کو شرعی احکام کا مکلف بناتی ہے اور اس میں تمام انسانوں کے لیے حد درجہ اعتدال ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ جیسے شرعی احکام میں نہ زیادہ سختی ہے اور نہ بالکل آزادی"

مزید برآں لکھتے ہیں کہ میانہ روی کبھی شریعت سے معلوم ہوتی ہے اور کبھی بھی لوگوں کے قبول کرنے سے معلوم ہوتی ہے، جیساکہ خرچ کے معاملے میں عقلمند آدمی خود ہی فیصلہ کرلیتا ہے کہ یہ اسراف یا بخل کے ضمن میں آتا ہے یا نہیں[5]

اور اعتدال ہی انسان کے لیے امن و عافیت اور کامیابی کا ضامن ہے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: القصد، القصد تُبلغُوا[6] میانہ روی، میانہ روی، اختیار کرو، تم منزل پر پہنچ جاؤ گے، خود نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کے بارے میں ایک صحابیؓ کا بیان ہے" كانت صلاته قصداً وخطبتهُ قصداً "آپؐ کی نماز اور خطبہ میں اعتدال یعنی میانہ روی تھی ایک اور حدیث میں بنی کریمؐ نے ارشاد فرمایا"خیرالامور او سطها"[7] بہترین عمل میانہ روی ہے اسی طرح حضرت علیؓ سے منقول ہے، فرمایا"علیکم با لنمط الا وسط"[8] تم پر لازم ہے کہ درمیانہ راستہ اختیار کرو مراد یہ ہے کہ اسلام کے ہر شعبہ میں اعتدال و میانہ روی کی روح کارفرما ہے:

عقائد میں اعتدال

اسلام کے عقائد میں اعتدال اور میانہ روی یہ ہے کہ بعض مذاہب میں متعدد معبودوں کا تصور ہے اور بعض میں تو سرے سے اللہ کا تصور ہی نہیں جیسے بدھ مت۔ یہ حالت تو غیر الہامی مذاہب کی ہے۔ الہامی مذاہب، یہودیت اور عیسایت میں بھی توحید کے عقیدے میں شرک کی آمیزش ہے، اس طرح کہ یہود اور عیسائی افراط اور تفریط پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اللہ کے برگزیدہ رسولوں کو اس کے فرزند مان کر پرستش کرنے لگے اور خدا کے لیے بیٹے کے دعویدار ہوئے۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،"قالت الیھود

عزیرابن اللہ و قالت التصاریٰ المسیح ابن اللہ"[9] اس کے برعکس اسلام نے افراط و تفریط سے بچنے کی تلقین کی ہے اور اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی تعلیم دی اور شرک کی مذمت بیان کرتے ہوئے اسے ظلم عظیم قرار دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے، "انَ ا لشرک لظلم عظیم"[10] یعنی رسولوں کو رسول اور خدا کو خدا سمجھنے کا درس دیا۔

عبادات میں اعتدال

اسلام سے قبل مذاہب کے پیروکاروں نے عبادات میں افراط و تفریط کا راستہ اختیار کیا۔ عیسائیت میں رہبانیت کو، ہندومت میں نفسانی خواہشات کے کچلنے کو روحانیت کا اعلیٰ معیار سمجھا جاتا تھا اور یہودیت میں عبادات سے لاپرواہی برتتے ہوئے شرعی احکام کو چند کوڑیوں کے عوض بیچ ڈالنا عام معمول تھا

اسلام نے اس افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ایک طرف رہبانیت کو خلاف شریعت قرار دے کر شریعت مطہرہ کے احکامات پر کماحقہ، عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا[11] اسلام کی عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کے سلسلے میں ایک روایت میں آتا ہے، "عن انس بن مالک یقولُ جاء ثلاثۃ رھط الیٰ بیوت ازواج النبی ﷺ یسائلون عن عبادۃ النبی ﷺ فلما اَخبرواکأن ھم تقالوہا، فقالوا: و این نحن من النبی ﷺ قد غفرلہُ ماتقد م من ذنبہ وما تأخر قال احدہم: اما انا فانی اصلی اللیل ابدا و قال اخر: انا اصوم الدھر، ولا افطر و قال اخر: انا اعتزل النساء، فلا اتزوج ابدا، فجاء رسول اللہ ﷺ فقال: انتم الذین قلتم کذاوکذا؟ اماواللہ! انی لا خشاکم ا للہ و اتقاکم لہُ، لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد و اتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی"

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ تین شخص بنی کریمؐ کے گھر آئے امہات المومنین سے حضورؐ کی عبادت کے بارے میں دریافت کیا جب ان کو آپؐ کے معمول کے بارے میں بتایا گیا، تو انہوں نے اس کو کم خیال کیا، انہوں نے کہا ہم کہاں بنی کریمؐ کے برابر ہوسکتے ہیں ان کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے غفرلہُ ماتقدم من ذنبہ وماتأخر کی خوشخبری سنائی ہے ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کیا کروں گا، دوسرے نے کہا میں صوم دہر رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کشی کروں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا، بنی کریمؐ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم نے ایسا ہی کہا ہے اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا

بھی ہوں میں نے شادیاں بھی کی ہیں، جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں" [12]

قانون سازی میں اعتدال

انسان کی فطری کمزوریوں اور طبعی حدود کو بنیاد بنا کر معاشرتی اور اجتماعی فلاح و بہبود کو خاطر خواہ اہمیت بھی دی گئی ہے، اس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط، نہ بے جا سختی اور نہ ایسی نرمی ہے، جو کسی فرد کو ارتکاب جرم کی طرف مائل کرے، بلکہ عدل وانصاف کی حامل قانون سازی ہے، جس میں ان تمام امور کا خیال رکھا گیا ہے، جن کا خیال رکھنا ہر تعمیری اور انصاف پر مبنی قانون سازی کے لیے لازم ہے

اس کے برعکس وضعی قانون جس کی بنیاد عقل پر ہے، جو کسی لحاظ سے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور یہ حقیقت ہے، کہ تاریخ میں آج تک کوئی ایسا وضعی قانون نہیں پایا گیا، جو اپنی جامعیت، کاملیت اور وسعت نظری اور اعتدال و توازن میں اسلامی قانون کی برابری کر سکے، واضح ہوا کہ اسلام کی قانون سازی کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وماینطق عن الھوی ان ھُوَا الا وحی یوحیٰ" [13] یعنی آپؐ جو قول، عمل، حکم اور نہی ارشاد فرماتے ہیں، وہ عین منشائے ربانی کے تحت اور مطابق ہوتی ہے

معاشرت و تمدن میں اعتدال

اسلام سے پہلے انسانی حقوق کا حال یہ تھا کہ اپنے اغراض و مقاصد کے خلاف جس کو دیکھا اس کو روند ڈالا، جان سے مار ڈالنا، مال چھیننا کمال گردانا جاتا تھا، ایک عرب قبیلہ کے امیر کی چراگاہ میں کسی دوسرے کا اونٹ چلا گیا اور کچھ نقصان کر دیا تو عرب کی مشہور جنگ حرب بسوس متواتر سو سال تک مخالفین کے مابین رواں رہی، جس میں ہزاروں انسان ناحق موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، عورتوں کو حقوق دینے کے خوف سے بچپن ہی میں انہیں زندہ درگور کیا جاتا تھا، جبکہ بعض علاقوں میں شوہروں کے مرنے کے بعد ستھی کر کے جلا دیا جاتا تھا اس کے مقابل دوسری طرف یہ حالت تھی کہ کیڑے مکوڑوں کی ہتھیا کو حرام سمجھتے تھے جانوروں کے ذبیحہ کو حرام اور اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے جانوروں کے گوشت و پوست سے نفع اٹھانے کو ظلم قرار دیتے تھے اسلام نے ان سب بے اعتدالیوں کا ازالہ کر کے انسانوں کو ایک دوسرے کے حقوق بتلائے۔ امن اور جنگ میں ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت سکھلائی [14] ایک حدیث میں ہے، جو حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں، "أن رسول اللہ ﷺ قال: انطلقوا باسم اللہ و باللہ و علی ملته رسول اللہ،

ولا "تقتلوا شيخًا فانيًا ولا طفلا ولا صغيراً ولا امرأة، ولا تغلوا، و ضموا غنائمكم، و أصلحواو أحسنو ا ان الله يحب المحسنين" کہ آپؐ نے مجاہدین اسلام کو احکام دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اللہ پر بھروسہ کر کے اور اس کے رسولؐ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے جاؤ، بوڑھے ضعیف شخص بچے اور عورت کو قتل مت کرنا، مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا بلکہ مال غنیمت کو اکھٹے رکھنا اصلاح کرنا اور نیک کام کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند کرتے ہیں اور عورتوں کو مردوں کی طرح حقوق دیئے اور دوسری طرف ہر چیز کی حد مقرر کر کے اس سے آگے بڑھنے اور پیچھے رہنے کو جرم قرار دیا گیا اور اپنے حقوق کے بارے میں عفو در گزر اور چشم پوشی کا درس دے کر دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے آداب سکھائے[15]

اسلام نے معاشرت اور تمدن کے نمود و نمائش کی بجائے اعتدال کی تعلیم دی ہے، نبی کریمؐ نے اپنے مبارک عمل سے اس کی وضاحت کی، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک یمنی لنگی پیش کی اور اللہ کا قسم کھا کر کہا اللہ کے رسولؐ نے انہی دو کپڑوں میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تھی[16] دوسری طرف آپؐ نے دولت مندوں کو اس امر کی وضاحت فرمائی: اگر کوئی شخص خوشحال ہے تو کیا حرج ہے کہ اگر وہ کام کاج کے دو کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے بھی دو کپڑے رکھے[17] اس طرح ایک شخص کو میلے کچیلے لباس میں دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے[18] اس طرح ایک موقع پر ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے جسم پر پھٹا اور بوسیدہ لباس تھا، آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تمھارے پاس مال ہے اس نے کہا جی ہاں آپؐ نے فرمایا کس قسم کا ہے اس نے جواب دیا، کہ اللہ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا کیا ہے، آپؐ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دے رکھا ہے تو اللہ کی نعمت اور سخاوت کا اثر بھی ظاہر کر[19] لیکن اسلام میں خوش پوشاکی کی حد سے تجاوز کر کے اسراف والی آرائش سختی سے منع ہے، جو تن ڈھانپنے کی بجائے دکھلاوے کے لیے کی جاتی ہے کیونکہ ایسا کرنا، اعتدال اور میانہ روی کے سراسر خلاف ہے، نبی کریمؐ کا ارشاد ہے، کہ جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا اور اس میں آگ بھڑکائے گا[20]

زیوارت جو عورتوں کی چاہت اور زینت کا ذریعہ ہے، کے بارے میں اگرچہ نبی کریمؐ نے ممانعت نہیں فرمائی، لیکن افراط کی اجازت بھی نہیں دی، حضرت حذیفہؓ کی بہن سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا، اے

عورتو! کیا زیور بنانے کے لیے تمھارے لیے چاندی کافی نہیں ہے؟ خبردار! جو عورت بھی سونے کا زیور بنائے گی اور اس کے ذریعے زینت کا اظہار کرے گی اُسے اسی زیوارت سے عذاب دیا جائے گا[21] محدثین اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ عذاب زکوٰۃ ادانہ کرنے کی صورت میں ہو گا۔اسی طرح خورد و نوش میں بھی اسلام نے اعتدال اور میانہ روی پر زور دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”کلوا والشربواولا تسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین“[22] یہ ظاہر ہے کہ انسان فطرتاً خوردونوش کے سلسلے میں زیادہ حریص ہے، یہاں تک کہ اُسے اپنی صحت کا خیال بھی نہیں رہتا، نبی کریمؐ نے فرمایا: ”جو لوگ دنیا میں سب سے زیادہ شکم سیر ہیں قیامت کے دن وہی سب سے زیادہ بھوکے ہونگے۔“[23] کھانے میں بے اعتدالی انسان کی صحت کی خرابی کا ذریعہ اور امراض کا سبب ہے۔ اس لیے آپؐ نے نہ صرف شکم سیری سے منع فرمایا بلکہ سونے چاندی کے برتنوں میں خوردونوشی کو بھی حرام قرار دیا آپؐ نے ریشم، دیباج ریشم کی ایک قسم ہے، اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ چیزیں کافروں کے لیے دنیا میں اور تمہارے واسطے آخرت میں ہونگی۔ [24]

اقتصادیات اور مالیات میں اعتدال

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بسنے والے انسانوں کا سب سے اہم مسئلہ اقتصادیات کا ہے، اسلام کے علاوہ دوسرے مذاھب اور نظاموں میں اس بارے میں مختلف قسم کی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں ایک طرف سرمایہ داری جیسا ظالمانہ نظام ہے جس میں حلال و حرام کا فرق کیے بغیر زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرلینا ہی خوبی تصور کی جاتی ہے اور دوسری طرف اشتراکی نظام، جس میں شخصی ملکیت کو جرم قرار دیا جاتا ہے، دونوں نظاموں میں مشترک مال و دولت کی پوجا اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد ہے۔

اسلام نے اس بارے میں بھی اعتدال کی راہ اپنائی کہ انسانی شرافت کا مدار اس پر نہیں رکھا، دولت کی تقسیم کے ایسے پاکیزہ اصول متعین کئے جن پر عمل پیرا ہونے سے نہ کوئی شخص ضروریات زندگی سے محروم رہے اور نہ کوئی فرد ساری دولت کو سمیٹ لے، ہاں جو چیزیں مشترک رکھنے کے قابل تھیں ان کو مشترک رکھا نیز حلال مال کے رکھنے، اس کی فضیلت اور اس کے استعمال کے بہتر اور مفید طریقے بھی بتلائے[25]

مال خرچ کرنے میں بھی اسلام نے اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے مثلاً حسب ضرورت اور

استطاعت مکان تعمیر کرنے کی اجازت دی، لیکن اس میں بے جا خرچ کرنے سے منع فرمایا، اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسی اصول پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا اور ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، "والذین اِذاَ انفقُوالم یُسرِفوُا وَ لم یَقتُرا وَکا ن بینَ ذٰلِک قوَاماً" [26] "اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔"

حتٰی کہ سخاوت میں بھی اس اصول پر عمل پیرا رہتے ہوئے ارشاد فرمایا، "وَلاَتجعل یَدَکَ مغلُولة الیٰ عنقکَ وَلاَ تبسُطهاَ کُلُ البَسط فتَقعده مَلُو ما مَحسُورًا" [27] "اور نہ تو ہاتھ گردن میں باندھ لے اور نہ اس کو بالکل کھول دے پس تو ملامت کا نشانہ بن کر تھکا ہارا بیٹھ جائے۔" یہاں تک کہ چال ڈھال میں بھی اعتدال کی تعلیم دی فرمان الٰہی ہے" واقصدفی مشیک" [28] اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اسلام نے دین میں غلو یعنی بے اعتدالی کو منع فرمایا ہے اور دین میں بے اعتدالی کرنے والوں کی نہ صرف مذمت کی بلکہ ان کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا"یاهل الکتاب لا تغلوافی دینکم" [29] اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کریں یعنی راہ اعتدال کو مت چھوڑو، سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی دین میں غلو یعنی بے اعتدالی کی ممانعت فرمائی ہے اور اعتدال اور میانہ روی اپنانے کی تعلیم دی ہے ارشاد الٰہی ہے"وابتغ بین ذالک سبیلا" [30] درمیان کی راہ اختیار کر، ایک اور موقع پر فرمایا"ان اللہ لا یحب المعتدین" [31] اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا، نماز ادا کرنے میں بھی اعتدال اختیار کرنے کی تاکید ہے"ولا تجهر بصلوتک ولاتخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلا" [32] اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔

غرض اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ چلنے کا نہ صرف تعلیم دیتا ہے بلکہ بہر صورت اسے عملاً اپنانے پر زور بھی دیتا ہے اُن امور کا تعلق خواہ اسلام کے جس شعبے سے بھی ہو امت مسلمہ جب تک دین کے ہر امر میں صفت اعتدال پر قائم تھی دنیا کی کوئی طاقت اُس کے عروج و کمال کو چیلنج نہیں کر سکتی تھی، لیکن آج وہی قوم ہے جس کے بارے میں رب کائنات اعلان فرمارہے ہیں کہ آپ ہی غالب رہنگے اگر آپ مومن ہیں"اَنتم الاعلون ان کنتم مُؤمنین" [33] اللہ تعالیٰ کی طرف غالب ہونے کے اعلان کے باوجود عملاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ امت مسلمہ انتہائی بے کسی اور کمزوری کا شکار ہے اور

کفریہ طاقتیں اسے نیست و نابود کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اس پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا واحد سبب امت مسلمہ کا اسلامی اصولوں سے لاپرواہی ہے اور ان زریں اصولوں میں ایک اہم وصف اعتدال بھی ہے جسے امت مسلمہ نے نظر انداز کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ امت مسلمہ جب تک دین کے ہر امر میں اعتدال پر قائم تھی رو بہ کمال تھی آج اس بے بسی کے عالم میں اگر وہ دوبارہ اپنے عظمت رفتہ کو بحال کرنا چاہتی ہے تو دین کے دیگر امور کے ساتھ راہ اعتدال کو ضرور بضرور اپنائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے ترقی و کمال کے لئے ایک اصول دیا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ "ادخلو افی السلم کا فۃ"[34] لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اسلام کے ہر شعبے میں اعتدال اور میانہ روی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دنیوی اور اخروی فوز و فلاح سے ہم کنار ہو۔

حواشی

[1] آل عمران:19

[2] عطیہ، ڈاکٹر جمال الدین، شریعت اسلام کا عمومی تصور، ص- 70، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد،1987

[3] الرحمٰن:7- 9

[4] البقرہ- 134

[5] شاطبی، الموافقات،ج- 2،ص- 136- 168 بحوالہ عطیہ،ڈاکٹر جمال الدین، شریعت اسلام کا عمومی تصور

[6] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، ج-ص- 87 دار لشعب، قاہرہ

[7] قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر عبد اللہ، تفسیر قرطبی،5،صأ343 دار الشعب، قاہرہ،1372

[8] ایضاً،ج- 2،ص-154

[9] التوبہ:30

[10] لقمان:13

[11] مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن،ج- 6،ص- 370- 371 ادارہ المعارف، کراچی 1982ء

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح،ج- 5،ص- 2،ط: دار الشعب، نصر

[13] النجم:3

[14] مفتی، محمد شفیع، ج- 1، ص- 371 -372

[15] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، ج- 4، ص- 21

[16] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ج- 4، ص-405، رقم- 1078

[17] ایضاً ج- 4، ص- 16، رقم- 4062

[18] ایضاً ج- 4، ص- 16، رقم- 4063

[19] ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ج- 4- ص-503، رقم- 3607

[20] ابوداؤد بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ج-4، ص- 7، رقم-4237

[21] ایضاً ج-4، ص- 7، رقم-4237

[22] اعراف:31

[23] ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج-2، ص- 70، رقم4237

[24] ایضاً ج-3، ص- 113، دارالاشاعت کراچی

[25] مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ج- 1، ص- 373

[26] الفرقان:67

[27] ایضاً بنی اسرائیل:29

[28] لقمان:19:31

[29] النساء:171

[30] بنی اسرائیل:110

[31] البقرہ:31

[32] بنی اسرائیل:110

[33] آل عمران:169

[34] البقرہ:208